سید الطائفہ مولانا سید سلیمان ندوی کا نظریہ دعوت و تبلیغ

اسلام میں تبلیغ و دعوت کی جو اہمیت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ امت مسلمہ ایک داعی امت ہے۔ جس کا آسمانی صحیفہ دعوت کے نغموں سے پرشور اور جس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ سراپا تبلیغ ہے۔ تاہم یہ دعوت و تبلیغ ایک خاص ترتیب اور اپنے حکیمانہ اصول و آداب رکھتی ہے۔ جس کے بغیر ہر کلمہ خیر شر کا باعث اور ہر تحریک عمل ضلالت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس لیے حضرت سید اللہ رحمہ اللہ تعالے اپنے مسترشدین کو اس پرخار گھاٹی کے نشیب و فراز سے اور اس کی نزاکتوں سے آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ اور اس میدان میں اترنے سے پہلے جن اوصاف و محامد کی ضرورت ہے۔ ان کے پیدا کرنے کی پیہم تلقین تھی۔ تبلیغ و دعوت کے متعلق حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاص نظریہ تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ سالکین بغیر اپنی اصلاح کے اس میدان میں کود پڑیں۔ حضرت شیخ کے نزدیک سالک کو پہلے اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد دوسری طرف متوجہ ہو۔ ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں بنا سکتا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعوت کی صحیح ترتیب یہ تھی کہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کی جائے اس کے بعد دوسروں کی، یہ نہ ہو کہ اپنی اصلاح سے غفلت تام ہو۔ اور دوسروں کے غم میں گھلنا شروع کردے اس سے نہ دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ جو خود مجسم تاریکی ہو، وہ دوسروں کو کیا روشن کرسکتا ہے، دلوں کی زندگی اللہ کے فضل اور زندہ قلوب کی تاثیر سے میسر آتی ہے۔ مردہ دل کسی کی کیا مسیحائی کریں گے۔ الفاظ کی رنگینی، زبان کی روانی اور قلم کی جولانی سے دلوں کی ہدایت نہیں ہوتی یہ نور خداوندی عطیۂ الٰہی اور زندہ دل بزرگوں کی صحبت سے میسر آتا ہے۔ قلبی ہدایت کے بغیر منبر اور سٹیج کی تقریروں یا کتب و رسائل کی تحریروں سے وقتی جوش و تاثر تو پیدا ہوسکتا ہے علم میں بھی ایک گونہ اضافہ اور ذہنی تسلی بھی ایک حد تک ہوسکتی ہے۔ لیکن روح و قلب کی دنیا شاذ ہی ان سے بدلتی ہے۔ آرام باغ کراچی میں ایک جلسہ منعقد ہونے والا تھا داعی جلسہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی، کہ آپ جلسہ میں تشریف لے جاویں اور تقریر فرمادیں۔ تاکہ ہماری اصلاح ہو جائے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے انتہائی بلیغ جواب دیا، "اصلاح آرام باغ میں نہیں، حجرہ میں ہوتی ہے" سچ ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر

ایک طالب نے لکھا۔ "دل کا تقاضہ بار بار یہی ہوتا ہے۔ کہ دین کی خدمت کا کام مجھ سے بن جائے۔" محقق شیخ نے جواباً ارقام فرمایا۔

"دل کا تقاضا بجا ہے۔ لیکن اس کا منشا یہ ہے کہ آپ دوسروں کی اصلاح کا کام کریں اس سے ایک دعوئی کی صورت نکلتی ہے۔ یعنی یہ کہ آپ خود کو اپنی اصلاح سے فارغ پاتے ہیں۔ اور اپنے کو ہر نقص سے پاک اور کامل و مکمل سمجھتے ہیں۔ نوے فی صد لوگ اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور اس لیے دوسروں کی اصلاح کے لیے تو بے تاب ہیں۔ مگر اپنی اصلاح سے فارغ ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ہمارے اندر کام کے آدمی پیدا نہیں ہوتے۔ اگر آپ اپنے ہاتھوں سے ناپاک کپڑے کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کا فرض ہے۔ کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو پاک کریں۔ اس لیے دوسروں کی فکر سے پہلے اپنی فکر کر لیجئے۔ اور اس حکیمانہ فقرہ کا مطلب سمجھئے۔ "اوّل خویش بعدہٗ درویش" اس لیے میری نصیحت ہے کہ دوسروں کی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالنے سے پہلے خود اپنی برائیوں اور عیبوں پر نظر ڈالیے۔

پڑی اپنے عیبوں پہ جب نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

اب ذرا پرائے اور بیگانہ سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر اپنی ہی تاک میں آپ بیٹھیے اور غور کیجئے، کہ آپ میں کیا عیب ہے ...."

اسی طرح ایک دوسرے طالب نے لکھا "اصلاح خلق کا خیال چھا جاتا ہے۔ اور اپنی طبیعت کڑھتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ اپنے دین کے پھیلاؤ کا ذریعہ اور سبب بنائیں۔" سیدی قدس سرہٗ نے لکھا۔ "جی ہاں اس اصلاح خلق سے مقصود پس پردہ اپنی اصلاح ہونی چاہیئے۔ ورنہ جو خود پاک نہیں وہ دوسروں کو پاک نہیں بنا سکتا۔"

دوسرے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

"دوسروں کے افادہ پر نظر رکھنے سے پہلے اگر اپنے استفادہ پر نظر نہ رہے، تو افادہ مؤثر بھی نہیں ہوتا، اپنے نفس کا حق دوسروں کے حقوق سے اہم و اقدم ہے۔ ولنفسك عليك حقا۔ اس لیے پہلے اپنی ہی خواہی کیجئے، پھر دوسروں کی، استادی تک پہنچنے سے پہلے استاد بننے کی غلطی سے محفوظ رہیئے۔ آپ تبلیغی جماعت کے ساتھ کام تو کریں مگر نظر اپنے اوپر ہو۔

اور اپنی درستی کی نیت ہو۔

اسی طالب نے حضرت سیدی قدس سرہ کو لکھا کہ "اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اب طبیعت اپنے کو بھلا کر دوسروں کے فکر میں سرگرداں نہیں رہتی۔ جواباً ارقام فرمایا۔

"بالفعل یہ کیفیت اچھی ہے۔ ایک وقت آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ جب فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ۔ کی تعمیل ہوگی۔ مگر فطری ترتیب یوں ہی ہے۔ کہ اوّل خویش بعدہ درویش ؎"

ایک طالب کو جو تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا

"اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت دیں۔ اس تبلیغی سلسلہ میں صرف ایک احتیاطی تنبیہ کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ غیر کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح پر نظر رہے۔ اور غیر کی اصلاح کی فکر بھی اپنی اصلاح اور حصول اجر کی خاطر ہو۔ تفوق اور دینی بڑائی کا خیال بھی نہ آئے۔"

ایک اور طالب نے لکھا "طبیعت چاہتی ہے کہ سوائے اپنی اصلاح کی فکر کے اور کوئی کام نہ کیا جائے۔ اس وجہ سے تبلیغ میں بھی رکاوٹ ہوتی ہے۔ کیا یہ جذبہ صحیح ہے" حضرت شیخ نے رقم فرمایا۔ "بے شبہ اول خویش بعدہ درویش ہے۔ پہلے خود بنئے پھر دوسروں کو بنایئے، یہ جذبہ صحیح ہے"۔ دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا۔ "یہ جذبہ بالکل صحیح ہے۔ اگر ہمارے ہاتھ گندے ہوں۔ تو ان ہاتھوں سے ہم دوسروں کو پاک نہیں بنا سکتے"۔

ایک طالب نے لکھا "طبیعت قوم کی خدمت اور کام کرنے کو چاہتی ہے۔ لیکن گھر والوں کی خدمت اور قومی خدمت ایک دوسرے کی منافی معلوم ہوتی ہے۔ کسے ترجیح دی جائے؟" حضرت والا فرماتے ہیں۔

"قومی خدمت کیا چیز ہے؟ گھر والوں کی خدمت تو میں سمجھا۔ قومی خدمت تو کوئی چیز مجھے معلوم نہیں ہوتی، ہاں دین کی خدمت اور مسلمانوں کی خدمت تو میں جانتا ہوں، مگر اس خدمت کے لیے تیاری کی ضرورت ہے، جو ابھی آپ کو حاصل نہیں، ابھی آپ اپنی خدمت کیجئے۔

اس زمانے میں یہ مرض عام ہے۔ کہ مسلمان عموماً اپنی اصلاح کی فکر سے بے نیاز رہ کر ملت کی زبوں حالی اور تباہی کا رونا روتے ہیں۔ گو کچھ لوگوں کا جذبہ حسن نیت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر مرض کا ازالہ مرثیہ خوانی اور کف افسوس ملنے سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا صحیح علاج پہلے اپنی اس کے بعد دوسروں کی اصلاح ہے

محمد داؤد جان مرحوم ایک صالح اور ملت کا درد رکھنے والے مسلمان تھے۔ انہوں نے حضرت المللۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ملت کی زبوں حالی کی پر اثر داستان لکھ بھیجی، اس کا جو جواب حضرت شیخ نے مرحمت فرمایا۔ وہ ملّت کی اصلاح کا درد رکھنے والے ہر سچے مسلمان کے لیے سرمہ بصیرت ہے۔ پورا خط درج ذیل ہے۔

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

مکرم دفتری۔ وفقکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اور آپ کے مذہبی ولولوں کی بڑی قدر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صراط مستقیم پر قائم رکھ کر اپنی اصلاح اور تزکیہ کی بیش از بیش توفیق عنایت فرماویں۔

آپ کا کہنا سب سچ ہے۔ لیکن اصلاح کی تدبیر کیا ہے۔ وہ لوگوں پر یا مسلمانوں پر ماتم نہیں ہے۔ بلکہ سب سے پہلے خود اپنی حالت پر ماتم ہے۔ اور جب اپنی اصلاح سے فراغت ہو جائے تو دوسروں کی فکر ہو۔ صرف دوسروں کی فکر صرف زبان سے کرنا اور اپنے سے غافل رہنا لیڈرانہ شان ہے۔ میری مخلصانہ خواہش ہے۔ کہ ہم لوگ سب سے پہلے اپنے اپنے احوال پر نظر کریں۔ اپنی صحت روحانی واخلاقی ودینی کی فکر کریں۔ اس کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان کی خبر گیری کریں۔ اور ان کی اصلاح کی فکر میں لگیں۔ انشاء اللہ اگر ہم اس طرف متوجہ ہوں گے۔ تو سارے مسلمانوں کی حالت بدل جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت کے ہم مستحق ہوں گے۔ کیا آپ اس نکتہ پر غور فرمائیں گے۔

والسلام سید سلیمان ۲ مئی ۱۹۵۱ء

اسی طرح ایک دوسرے طالب کو ارقام فرمایا۔

"بے شبہ امت مرحومہ کی پریشان حالی اور پراگندگی کی کیفیت آپ کو متاثر کرتی ہوگی، مگر غور کیجئے کہ اس کا علاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جب آپ کی استطاعت سے وہ چیز خارج ہے۔ تو اس کی فکر میں پڑ کر اپنا وقت آپ کیوں ضائع کرتے ہیں۔ یہ تو لیڈرانہ قسم کا ایک مرض ہے۔ آپ کا اختیار اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال اور متبعین کے اوپر ہے۔ آپ اپنی اور ان کی اصلاح کی فکر فرمائیں۔ کہ یہ آپ کی استطاعت میں ہے۔ آپ کی شدتِ احساس سے متاثر ہوا، خدا کرے کہ یہ احساس صحیح موقع پر صرف ہو۔"

اس کی مزید تشریح دوسرے مکتوب گرامی میں اس طرح فرمائی ہے۔

"میرا مقصد یہ تھا کہ انسان کو پہلے اپنی پاکی کی کوشش چاہیئے، اس کے بعد دوسرے کی فکر چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ موجودہ سیاسی لیڈروں کی طرح دوسروں کی فکر تو ہو۔ مگر خود اپنی فکر سے غفلت تام ہو۔ اس سے نہ اپنا ہی بھلا ہوتا ہے۔ نہ دوسروں کا۔"

اسی قسم کی ایک اور تحریر کے جواب میں ارقام فرمایا۔

"آپ کا خط پاکر بہت خوشی ہوئی، کہ آپ کے دل میں دین کا درد ہے جو اس زمانے کے مسلمان نوجوانوں میں کم ہے۔ آپ نے جو تجویز سوچی ہے وہ سردست ناممکن العمل ہے۔ آپ ماشاء اللہ ابھی نوجوان ہیں۔ خیالات کی وسعت میں سرگرداں ہیں، بہتر یہ ہے، کہ آپ دوسروں کو چھوڑ کر پہلے خود اپنی اصلاح کی فکر کریں، آپ ماشاء اللہ سعادتمند ہیں۔

شنو ایں پند از حافظ کہ از جاں دوست تر دارند ۔ جوانانِ سعادت مند پندِ پیر دانا را

حضرت والاؒ کو ایک طالب نے تحریر کیا کہ "اللہ تعالیٰ مجھے دین کی خدمت اور عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے طریقہ زندگی کی ترویج کا ذریعہ بنائے"۔ حضرت سیدیؒ نے جواب تحریر فرمایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ کام لیں۔ اور آپ کو پہلے اپنا بنائیں اور پھر دین کی خدمت کا ذریعہ آپ کو بنائیں اور بتائیں۔

اس مختصر دعا میں صحیح دینی دعوت کا خلاصہ ہے کہ دعوت کی پہلی شرط اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا قرب وتعلق ہے، جو اصلاح ظاہر و باطن کا حاصل اور طاعتِ الٰہی اتباع نبوی اور ذکر غالب کا ثمرہ ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا تعلق ہے، جو داعیانِ حق کی ہر حالت میں دستگیری و رہنمائی کرتا ہے۔ عالم میں ہدایت کے ان چراغوں کی روشنی اسی تعلق سے عبارت ہوتی ہے۔ یہ تعلق جتنا قوی ہوگا۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا پرتو اس داعی کے ذریعہ منعکس ہو کر دلوں اور روحوں کو ہدایت کے نور سے معمور کرتا رہے گا۔

تعلق مع اللہ کے ساتھ دین کی خدمت کا طریقہ بھی عنداللہ صحیح ہونا ضروری ہے ورنہ انسان بعض اوقات اپنے زعم میں ایک کام دینی خدمت سمجھ کر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ دین کو نقصان پہنچا رہا ہوتا ہے۔ اس لیے دعوت کا علی منہاج النبوۃ ہونا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کے دو مخلص خادم حاضر ہوئے اور دعوت پر گفتگو شروع ہوئی۔ ہمارے سیّد صاحب قدس سرہ نے فرمایا۔ مولانا الیاس تو مامور من اللہ تھے، ورنہ کہاں بنگلہ والی مسجد اور کہاں اللہ تعالیٰ کا حرم اور بدر کا میدان" (اشارہ تبلیغی کام کے ان مقامات تک پہنچنے کی طرف تھا) ان حضرات میں سے ایک صاحب (مخدومی محمد شفیع قریشی) نے عرض کیا مولانا (الیاس) فرماتے تھے کہ۔ "یہ کام تو ہمیں نظر آرہا ہے۔ کہ ہو کر رہے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اصولوں کے مطابق ہو۔" فرمایا "جی ہاں" اصولوں کی پابندی ضروری ہے" پھر فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مولانا الیاس کی سوانح کا مقدمہ جو میں نے لکھا ہے۔ آپ نے پڑھا ہے" میں نے اثبات میں جواب دیا۔" فرمایا۔ اس کی شرح لکھ سکتے ہو، مقدمہ گو مختصر ہے لیکن قرآن و حدیث سے مطابقت دے کر اس کو بڑھایا جاسکتا ہے۔" اس واقعہ کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت والاؒ تبلیغی دعوت کا دینی اصولوں کے مطابق

ہونا نہایت ضروری سمجھتے تھے ، ورنہ وہ سراسر فتنہ بن سکتی ہے ۔ ایک مرتبہ راقم سے فرمایا ۔ لوگوں کو سختی سے دین کی طرف نہیں بلانا چاہیئے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا منشاء شفقت تھی ، لوگوں کو اپنی ہمدردی کا یقین دلایئے ، پھر پیار سے دین کی طرف بلایئے ۔

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

ایک صاحب کو جنہوں نے اپنے متعلق جرأت حق کی کمی اور مداہنت کا اندیشہ ظاہر کیا تھا ، ارقام فرمایا

"جرأت حق نام حق کو خوبی اور نرمی کے ساتھ ظاہر کر دینا ہے ، سختی اور سخت کلامی کی ضرورت نہیں ، کہ وہ تو کام کو اور خراب کر دیتی ہے ۔ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (نحل ۔ ۱۶)

ایک دوسرے گرامی نامے میں تحریر فرماتے ہیں ۔

"حق گوئی ہو مگر اس طرح کہ کسی کی دل آزادی نہ ہو ، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام دیکھیں تو اس موقع پر حق گوئی مفید ہے ۔ جب لوگ آپ کی بات سننے کو آمادہ ہوں ، ورنہ قلب سے اس کو برا سمجھیں "

اس کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے متوسلین کو دعوت و تبلیغ سے منع فرماتے تھے ، بلکہ حضرت کا یہ منشار تھا کہ دعوت سے پہلے اپنی اصلاح ہو اور دعوت صحیح اصولوں کے مطابق ہو ۔ ورنہ دعوت و تبلیغ کا جو جذبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں تھا ، اس کی مثالیں کم ملیں گی ۔ ایک مرتبہ نہایت درد سے فرمایا ۔

"آج سب دعوتیں موجود ہیں ، لیکن دین کی دعوت (جیسی ہونی چاہیئے) موجود نہیں تمام نظام و مجلسیں دعوت کے زور سے قائم ہیں ۔ سوشلزم ہو یا جمہوریت ، لیگ ہو کانگرس ہر چیز دعوت سے قائم ہے ، یہ اسلام کی کرامت ہے ۔ کہ اندر باہر سے اس قدر مار اور زد پڑنے کے باوجود کچھ لوگ اب بھی اسلام پر قائم ہیں ۔ اخبارات ہوں یا ریڈیو ، سینما ہوں کہ مخالفین کے پروپیگنڈے ہر چیز مخالف جا رہی ہے ۔ اسلام کے نام پر اسلام کو زک پہنچائی جا رہی ہے ۔ اسلام کو سب آواز دیتے ہیں ، مگر اسلام کی آواز پر کوئی نہیں جاتا ۔"

سیرۃ النبی (پنجم) میں "جہاد بالعلم" کے ذیل میں لکھتے ہیں ۔

"جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے ۔ دنیا کا شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے ۔ اس کا دور کرنا ہر حق طلب کے لیے ضروری ہے ۔ ایک انسان کے پاس اگر عقل و معرفت اور علم و دانش کی روشنی ہے ۔ تو اس کا فرض ہے ۔ کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے ۔ تلوار کی دلیل سے قلب میں وہ طمانیت

بقیہ صفحہ ۵۵ پر